مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی دارالعلوم حقانیہ میں آمد

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات اور خطاب کے بعض اقتباسات

اکوڑہ خٹک میں حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے جہاد اور شہداء کا خون دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں رنگ لایا

رپورٹنگ ،۔ جناب شفیق فاروقی صاحب

عالم اسلام کے معروف سکالر، داعیٔ کبیر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ہندوستان کے اکابر علماء اور افاضل کے ساتھ ۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء کو شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی زیارت و ملاقات کے لیے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ اُن کی تشریف آوری، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے مُلاقات، استقبالیہ تقریب اور اُن کے خطاب میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی سوانح اِسی مناسبت سے دارالعلوم حقانیہ کی مرکزیت، تاریخی پس منظر، اکوڑہ خٹک کی تاریخی عظمت، شہدائے بالاکوٹ کا تذکرہ اور اب جہادِ افغانستان میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے تلامذہ کا بھرپور قائدانہ کردار اور اس سلسلہ کے کئی اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ جناب شفیق الدین فاروقی صاحب اس کی مفصل رپورٹ پیش کرتے ہیں ــــ (ادارہ)

۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء کا دن دارالعلوم حقانیہ کے لیے خوشیوں کا دن تھا، بلکہ یہ سارا مہینہ مسرتوں کا موسم بہار تھا۔ ابھی چند روز پہلے ایشیائی سربراہی کانفرنس کے سلسلے میں آنے والے بھارت کے ایک محبوب و معتز مہمان شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے جانشین و فرزند مولانا سید اسعد مدنی مدظلہٗ نے دارالعلوم کو اپنے قدوم میمنہ سے نوازا تھا اور آج دارالعلوم میں عالم اسلام کے عظیم مفکر اور داعی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ندوۃ العلماء لکھنؤ کی آمد آمد تھی۔ گو دارالعلوم میں تعطیلاتِ شعبان کی وجہ سے طلبہ موجود نہیں تھے مگر جہاں جہاں بھی اطلاع پہنچی علماء، دانشور اور دینی درد سے سرشار مسلمان اس شمعِ علم کی زیارت کے لیے پروانوں کی طرح جمع ہو گئے۔ ایک ایک منٹ انتظار میں گذر رہا تھا، حضرت شیخ الحدیثؒ علالت کے باوجود مشتاقِ دید بیٹھے ہوئے تھے، کہ مولانا موصوف کی آمد کا ایک مقصد حضرتؒ کی ملاقات بھی تھا۔ اللہ اللہ کر کے مولانا ندوی مدظلہٗ اور اُن کے رفقاء کا قافلہ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ ایڈیٹر ماہنامہ الحق کی رفاقت میں ظہر کے بعد دارالعلوم پہنچا۔ مولانا موصوف کے ساتھ کئی ممتاز علمی اور ادبی شخصیتیں بھی شریکِ سفر تھیں، مولانا مدظلہٗ کے بھانجے مولانا محمد الحسنی مدیر "البعث الاسلامی" (عربی) مولانا معین اللہ صاحب ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا اسحٰق جلیس صاحب مدیر "تعمیرِ حیات" لکھنؤ، جناب احمد الحسینی سعودی قونصل خانہ لاہور بھی مولانا مدظلہٗ کے ساتھ تھے۔ اسی طرح ہندوستان کے وقیع اور معروف علمی ادارہ دارالمصنفین اعظم گڑھ کے ناظم اور مؤقر جریدہ معارف کے مدیر شہیر مولانا صباح الدین عبدالرحمٰن بھی ساتھ تھے جو دارالمصنفین کے کسی سلسلہ میں اسلام آباد میں تشریف فرما تھے اور مولانا سمیع الحق صاحب سے اتفاقیہ ملاقات کے بعد مولانا نے انہیں بھی تشریف لانے کی دعوت دی۔ علم و فضل کے یہ اعیان مولانا ندوی مدظلہٗ کی قیادت میں دارالعلوم پہنچے، سب سے پہلے حضرت شیخ الحدیثؒ سے ملاقات کی۔ دونوں اکابر کی محبت و عقیدت اور خلوص کی ملاقات کا منظر دیدنی تھا۔ اس کے بعد الحق کے نئے دفتر میں معزز مہمانوں نے دوپہر کا کھانا تناول فرمایا۔ نمازِ عصر کے بعد دارالعلوم کی جامع مسجد کے ہال میں جو اطراف و اکناف سے آئے ہوئے مشتاقینِ علم و فضل سے بھرا ہوا تھا، ایک مختصر تقریب کے آغاز میں محترم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ مدیر الحق نے عظیم اور محبوب مہمان کا خیر مقدم کرتے ہوئے استقبالیہ تقریر میں کہا کہ :۔

ــــــــ "میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے حضرت الاستاذ الداعیۃ الکبیر علامہ ندوی مدظلہٗ کا خیر مقدم اور شکریہ ادا کروں۔ صرف اتنا عرض ہے کہ آج دارالعلوم کی شکل میں علوم دینیہ کا جو سلسلہ اللہ تعالیٰ نے چلایا وہ حضرت ندوی کے مورثِ اعلیٰ سیدنا الامام احمد بن عرفان الشہیدؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان

اسلاف کے جہاد و قربانی کا ایک کرشمہ ہے اور انہی اسلاف کی برکات ہیں۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کا جو مقام دعوت و عزیمت تھا اُس دعوت کو مولانا ندوی مدظلہ نے صرف عالم اسلام میں نہیں بلکہ یورپ میں اور اسلام دشمن ممالک کے آخری سروں تک پہنچایا، بیشک آپ ان کے اہل وارث ہیں ـــ سید احمد شہیدؒ نے جس مقام سے اپنے جہاد کا آغاز کیا وہ یہی اکوڑہ خٹک تھا۔ اور صدیوں بعد اللہ کے دین کے لیے، خالص اللہ کی رضا کے لیے برصغیر میں اگر خونِ شہادت گرا کسی مسلمان کا تو وہ سعادت اسی سرزمین اکوڑہ خٹک کو حاصل ہے۔ یہی وہ علاقہ ہے، یہی وہ فضائیں ہیں جہاں آپ کے سید احمد شہیدؒ نے سالہا سال ریاضتیں کیں، ایک ایک بستی میں گشت کیے، ایک ایک حجرہ کو وعظ و تبلیغ سے منوّر کیا، یہاں انہوں نے حکومتِ الٰہیہ قائم کی اور آج تقریباً یہی وہ معرکے کا میدان ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے دار العلوم حقانیہ کو قائم فرمایا ہے۔

بہر زمین کہ نسیمے ز زلفِ او زدہ ست
ہنوز از سرآں بوئے زلف می آید

اور جس طرح دار العلوم دیوبند کے مقام و محل سے گذرتے ہوئے حضرت سید احمد شہیدؒ نے فرمایا کہ ”مجھے یہاں سے علم کی خوشبو آرہی ہے“۔ اسی طرح ان میدانوں اور صحراؤں میں سید احمد شہیدؒ کی راتیں گذریں۔ راتوں کی آہ و بکا، سوز و گداز کیا راز و نیاز ہوگا جو ان میدانوں میں، ان فضاؤں میں نہیں ہوا ہوگا۔ اسی اکوڑہ خٹک کے معرکۂ حق و باطل والی رات کو سید شہیدؒ نے لیلۃ الفرقان کہا تھا، کہ یہ رات حق و باطل کی تمیز کا ذریعہ ٹھہری۔

میں اپنے احباب سے اور ان معزز مہمانوں سے جو حضرت ندوی مدظلہ کا سُنکر تشریف لائے، اتنا عرض کروں گا کہ اِس وقت عالم اسلام میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے جو مساعی ہو رہی ہیں اس میں حضرت مولانا ندوی کا نہایت وقیع، ممتاز اور وافر حصہ ہے عالمِ عرب کو ان کا اصل مقام یاد دلانے میں ان پچیس تیس سالوں میں مولانا ندوی کا خاص حصہ ہے۔ وہ محترم شخصیت ہم میں موجود ہیں جنہوں نے امریکہ کے وہائٹ ہاؤس کے قریب وہاں کی عظیم یونیورسٹیوں میں وہاں ہی کے دانشوروں اور مستشرقین کو، سکالروں کو عیسائیت کی مسخ شدہ تصور دکھائی اور اسلام کی ابدی صداقتوں کو ان کے سامنے واضح کیا۔ بلاشبہ مولانا ندوی مدظلہ اس دور میں ایک مجددانہ کام کر رہے ہیں۔ اِس صدی میں مغرب اور مغربیت اسلام اور عالم اسلام کے لیے ابتلاءِ عظیم کا باعث بنا تو مغرب کا جو اپریشن اور وہاں کے فلسفوں کا جو تحلیل و تجزیہ مولانا نے فرمایا اور جس جارحانہ انداز میں مغربیت کا تعاقب کیا اس کی مثال بہت کم ملے گی۔ آج وہ نعمت خود چل کر ہمارے پاس آئی ہے۔

> **یہی (اکوڑہ خٹک) معرکہ بالاکوٹ کا پہلا میدان ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم حقانیہ قائم کیا ہے۔**

یہ دار العلوم کی سعادت ہے اور دار العلوم کا سب کچھ اکابر کی توجہات کا مرہونِ منت ہے، یہ ان حضرات اور اسلاف کا فیض ہے کہ آج اس وادیٔ غیر ذی زرع میں اللہ تعالیٰ نے کچھ دین کا سلسلہ چلایا۔

میں مولانا کے معزز رفقاء جو ہندوستان کے اہلِ علم و فضل ہیں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ محترم دوست مولانا محمد الحسنی مدیر ”البعث الاسلامی“، جنہیں اللہ نے اُردو اور عربی دونوں زبانوں میں مولانا کا جانشین بنایا ہے اور ندوہ جیسے عظیم ادارہ کے ناظم مولانا معین اللہ ندوی صاحب، اسی طرح وقیع مجلّہ ”تعمیر حیات“ کے ایڈیٹر مولانا اسحٰق جلیس کا بھی شکر گذار ہوں۔ ان خوشیوں میں ہندوستان کے ایک اور عظیم اور قدیم ادارہ دار المصنفین جسے علامہ شبلی نعمانی نے قائم کیا اور علامہ سلیمان ندوی مرحوم نے پروان چڑھایا، کے ناظم اور برصغیر کے قدیم مؤقر جریدہ معارف کے مدیر مولانا صباح الدین عبدالرحمٰن کی آمد نے اور بھی اضافہ کر دیا ہے، یہ اللہ کا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ندوۃ العلماء اور دار المصنفین کے اکابر یہاں جمع کر دیئے ہیں۔ ان حضرات کی برکت سے اللہ تعالیٰ دار العلوم کو دین کی خدمت انجام دینے کے بیش از بیش توفیق دے ـــــ“

اس کے بعد مولانا ندوی مدظلہ نے مختصر خطاب فرمایا، اس لیے کہ ایک تو مولانا بے حد تھکاوٹ محسوس کر رہے تھے، پھر جلد ہی واپسی بھی تھی۔ تقریر کے بعد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے مبارک ہاتھوں دار العلوم کے طلبہ کے لیے سید احمد شہید قدس سرہٗ کے نام نامی پر موسوم دارالاقامۃ سید احمد شہیدؒ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ یہ عمارت دار الحدیث کے مغربی جانب درسگاہوں کی چھت پر بنے گی۔ یہاں کے بالکل عقب میں وہ گھاٹی ہے جہاں سے سید شہیدؒ کے مجاہدین نے اکوڑہ خٹک کے میدان میں شبخون مارا تھا۔ سنگِ بنیاد رکھتے ہوئے مولانا ابوالحسن علی ندوی اور ان کے رفقاء کی مسرت قابلِ دید تھی۔ مولانا ندوی نے سنگِ بنیاد رکھنے کے بعد تضرع و الحاح سے اس عمارت کی تکمیل کے لیے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس دار العلوم کو دین کے داعیوں اور مجاہدین کا مرکز بنا دے۔

اس کے بعد دار العلوم کے مختلف شعبوں اور عمارتوں کا معائنہ فرمایا۔ کچھ دیر دار العلوم کے دار الحدیث میں تشریف فرما رہے، وہاں دار العلوم کی کتاب الآراء میں اپنے تاثرات قلمبند فرمائے ـــ نمازِ مغرب کے بعد دار العلوم کے صحن میں قریباً ڈیڑھ گھنٹہ شائقین کے جھرمٹ میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ بیٹھے رہے۔ رات ساڑھے آٹھ بجے اکوڑہ خٹک ریلوے اسٹیشن پر مولانا مدظلہ کو باچشمِ پُرنم رخصت کیا گیا۔ مولانا ندوی مدظلہ

> **مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے مبارک ہاتھوں دارالعلوم کے طلبہ کیلئے سید احمد شہیدؒ کے نام نامی پر موسوم دارالاقامۃ سید احمد شہیدؒ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا**

اُن میدانوں اور فضاؤں پر بڑی والہانہ اور حسرتوں بھری نگاہیں ڈالتے رہے جہاں سید احمد شہیدؒ اور اُن کے رفقاء نے برِصغیر میں سب سے پہلے حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے لیے اپنا خون پانی کی طرح بہایا ۔مولانا مدظلہٗ کے تحریری تاثرات یہ ہیں :۔

رائے گرامی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ مہتمم ندوۃ العلماء لکھنؤ

آج ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ کا دن میرے لیے بہت ہی مسرت اور سعادت کا دن ہے کہ میں اپنے عزیز رفقاء اور محترمی سید صباح الدین عبدالرحمٰن ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ و مدیر "معارف" کی معیت میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک حاضر ہوا۔ اس سرزمین سے جس میں یہ دارالعلوم واقع ہے ایک وقیع اور عزیز تاریخ اور بڑی یادگار روایات وابستہ ہیں، یہ وہ سرزمین ہے جس پر مسلمانوں کی نئی تاریخ لکھے جانے والی تھی مگر وہ نامکمل رہ گئی، اور اسی کے ساتھ احیائے اسلام اور مسلمانوں کا نشاۃِ ثانیہ کی تاریخ کا ورق اُلٹ گیا۔ دارالعلوم حقانیہ کا قیام ایک نیک فال ہے اور ان ہی شہیدوں اور مخلصوں کی جانفشانیوں کی برکت ہے ۔ میرے ذہن میں دارالعلوم کا جو نقشہ اور تصوّر تھا میں نے اس کو اس سے کہیں بہت اور وسیع تر پایا۔ اس کو دیکھ کر امید پیدا ہوتی ہے کہ یہ ملک کا مرکزی دارالعلوم اور عظیم جامعہ اسلامیہ ثابت ہوگا۔ خوش قسمتی سے اس کو حضرت مولانا عبدالحقؒ کی سرپرستی اور اُن کی دُعا اور توجہ حاصل ہے، اس کے ساتھ فاضل اساتذہ کی تدریسی خدمات اور طلبہ کی کثیر تعداد بھی یہاں موجود ہے ۔

> میرے ذہن میں دارالعلوم کا جو نقشہ اور تصوّر تھا میں نے اس کو اس سے کہیں بہت اور وسیع تر پایا

اللہ تعالیٰ اس کو نظرِ بد سے بچائے اور ہر طرح کی آفات اور مکروہات سے حفاظت فرمائے اور یہ جلد منازلِ ترقی طے کر کے بامِ عروج پر پہنچے ۔

خاکسار
ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۱۳ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ / ۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء

مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کے خطاب کے بعض اقتباسات

● ــــــ اور ہم کو یہ راستہ (جس پر محمود غزنویؒ، احمد شاہ دُرانی اور شہدائے بالاکوٹ آئے ہیں) بھی عزیز ہے جس راستہ سے یہ فاتح اور کشورکشا آئے ۔لیکن جیسا کہ ابھی مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا اور بجا فرمایا کہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے، خالص اللہ کی رضا کے لیے اور سُنتوں کو زندہ کرنے کے لیے اور مسلمانوں کی زندگی کو شریعت کے سانچہ میں ڈھالنے کے لیے، اور "اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً" کا پیغام پیدا کرنے کے لیے، عمل کرانے کے لیے، حدودِ شرعیہ کو نافذ کرنے کے لیے، قوانینِ شریعت کو رائج کرنے کے لیے جو پہلا خون ہندوستان میں صدیوں کے بعد ہی نہیں بلکہ عالمِ اسلام میں تھوڑے بہت مطالعہ کی بناء پر جس کا مجھے موقع مل سکا ہے' یہ کہہ سکتا ہوں کہ عالم اسلام میں صدیوں بعد جو پہلا پاک خون ــــ دمِ ذکی ــــ جس میں کوئی ملاوٹ نہیں تھی' وہ خون جس سرزمین میں پہلی بار بہا ہے وہ آپ کی سرزمین ہے،' یہ اکوڑہ خٹک کی زمین ہے، جس کے متعلق مرزا مظہر جانِ جاناں کا یہ شعر صحیح ہوگا ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

کسی بادشاہ کے متعلق، کسی غازی کے متعلق، کسی فاتح کے متعلق تاریخ نہیں لکھتا کہ جہاد شروع کرنے سے پہلے اس نے اعلان نامہ بھیجا ہو کسی حریف کو، جس کے خلاف اس نے غزا کرنا تھا، جہاد کرنا تھا، کہ تین چیزیں ہیں ۔ پہلی دعوت ہماری یہ ہے کہ تم اسلام قبول کرلو، اگر تم اسلام قبول کرلو گے تو ہم یہ زمین تمہارے حوالے کر جائیں گے تم ہمارے بھائی ہوگے، پھر ہمیں کوئی حق نہیں ہوگا کہ بستی مٹا کر تمہاری جگہ بیٹھیں، اس لیے کہ یہ آقاؤں کا تبادلہ نہیں ہے یہ دین کا اور مسلک کا تبادلہ ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد و پیمان کرتے ہو تو اوّل تم زیادہ حقدار ہو۔ اگر یہ تمہیں منظور نہیں تو تم جزیہ دینا منظور کرو یا باجگذار ہمارے بن جاؤ' ہم تمہاری حفاظت بھی کریں گے اور تمہیں اپنے حال پر باقی رکھیں گے،' اگر یہ بھی منظور نہیں تو پھر لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ ۔

فتوح البلدان بلاذری میں آتا ہے کہ جب سمرقند فتح ہوا تو وہاں کے لوگوں کو کسی طرح پتہ چل گیا کہ اصل ترتیب اسلام میں یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلام کی دعوت دی جائے، پھر اس کے بعد جزیہ کی پیشکش کی جائے اگر وہ بھی منظور نہ ہو تو پھر قتال ہے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ سمرقند میں فوجیں داخل ہو گئیں بغیر دعوتِ اسلام دیئے اور بغیر جزیئے کا مطالبہ کیے۔ تو اُن کو ایک عرصہ کے بعد ہوش آیا جبکہ مسلمان وہاں بس گئے تھے، وہاں گھر بنا لیے تھے۔ تو انہوں نے ایک وفد روانہ کیا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں، جنہیں خلفاء راشدین کی فہرست میں شامل کیا جائے وا جنہیں خلیفۂ خامس کہتے ہیں، اُن کو معلوم ہوا کہ وہ خلیفۂ عادل ہیں اور شریعت پر پورا پورا عمل کرتے ہیں۔ تو ایک وفد مرتب ہو کر اُن کے پاس حاضر ہوا اور اُن سے شکایت کی کہ سمرقند بغیر اس سنت کے اور بغیر ایک حکمِ شرعی پر عمل کیے فتح ہو گیا ہے۔ اُنہوں (عمر بن عبدالعزیزؒ) نے

وہیں بیٹھے بیٹھے ایک پرچہ لکھا وہاں کے قاضی کے نام کہ جس وقت تمہیں یہ پرچہ ملے تو اُسی وقت عدالت کرو اور وہاں اس بات پر شہادت لو کہ جس وقت مسلمانوں کے قائد، فوج کے قائد نے سمرقند فتح کیا، کیا اُس وقت اِس سُنّت پر عمل کیا گیا تھا یا نہیں؟ اگر ثابت ہو جائے اور کوئی شہادت اس امر پر نہ ہو کہ پہلے اسلام اور پھر جزیہ کی دعوت دی گئی تھی، تو تمام مسلمان فوجیں اسی وقت سمرقند چھوڑ کر اس کی حدود سے باہر جاکر کھڑی ہو جائیں، اس کے بعد اس سُنّت پر عمل کریں، پہلے اہلِ سمرقند کو اسلام کی دعوت دیں، اگر منظور ہو تو فبہا نہ ہو تو پھر جزیہ کا کہیں، اسے بھی نہ مانیں، تب جہاد کریں۔ قاضی صاحب کو پرچہ ملا، انہوں نے عدالت طلب کی، مُدعا علیہ مسلمانوں کی فوج کے قائد ہیں، اور دُنیا کی تاریخ میں شاید اس واقعہ کی نظیر نہ ملے کہ ایک کمانڈر جس نے اپنی نوکِ شمشیر سے اتنا اہم علاقہ ترکستان کا دار الخلافہ فتح کیا تھا وہ مدعی علیہ اور ایک معمولی مسلمان کی حیثیت سے حاضر تھا، اُس مسجد میں اس سے پوچھا گیا، اُس نے اعتراف کیا کہ ہاں مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں یلغار میں اور اسلامی فتوحات کے تسلسل میں اس شرعی حکم پر عمل نہیں کر سکا، اور جب یہ معاملہ ثابت ہو گیا تو قاضی صاحب نے حکم دیا کہ مسلمان اس شہر سے تخلیہ کریں، اسے خالی کریں۔ مسلمانوں نے گھر بنا لیے تھے، کھیتیاں جوت لی تھیں،

> عالم اسلام میں صدیوں بعد جو پہلا پاک خون (دم ذکی) بہا وہ اکوڑہ خٹک کی سرزمین ہے جہاں دار العلوم حقانیہ قائم ہے

بہت سے لوگوں نے اسے اپنا شہر بنا لیا تھا، تو سب کچھ چھوڑ کر دامن جھاڑ کر چلے گئے، باہر جاکر کھڑے ہو گئے۔ جب وہاں کے بُت پرستوں نے یا بدھ مذہب کے ماننے والوں نے، مشرکوں نے یہ معاملہ دیکھا کہ شریعت کا اتنا احترام ہے ان کے دلوں میں اور عدل و انصاف کا اتنا لحاظ ہے کہ وہ اپنے قائد قوات پر، کمانڈر انچیف پر بھی اُسے نافذ کرتے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ اب لڑائی کی ضرورت نہیں ہم خود مسلمان ہوتے ہیں، چنانچہ سمرقند سارے کا سارا مسلمان ہو گیا۔

تو میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اس وقت بھی جہاد کی اس سُنّت پر عمل کسی طرح چھوٹ جاتا تھا۔ اور اس کے بعد تو معلوم نہیں، تاریخ کا تعین تو مشکل ہے مگر اس کے بعد مسلمانوں کی فتوحات کی تاریخ میں ہم یہ نہیں دیکھ سکتے کہ اس سُنّت پر عمل کیا گیا ہو ——— اس اللہ کے بندے نے، اس مردِ مجاہد نے جس کا نام سید احمد شہیدؒ ہے اور ان کے ساتھی مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ جنہیں ان کا وزیرِ اعظم کہئے یا دستِ راست کہئے یا دست و بازو کہئے یا لشکر کے قاضی، مفتی اور شیخ الاسلام کہئے، ان دونوں نے پہلی مرتبہ اس سُنّت پر عمل کیا اور یہیں سے وہ اعلان نامہ لاہور روانہ کیا گیا جو لفظ بلفظ کتابوں میں منقول ہے۔ تو یہی اکوڑہ خٹک وہ سرزمین ہے جو ان مجاہدوں کے خون سے لالہ زار بنی۔

— اور خونِ شہیداں ضائع نہیں ہوتا وہ ہزاروں باغ کھلاتا ہے اور اس کے نتیجے میں جیسے باغ پیدا ہوتے، اسی طرح مدرسے بھی پیدا ہوتے ہیں، خانقاہیں بھی پیدا ہوتی ہیں، مسجدیں بھی صفحۂ وجود پر آتی ہیں اور وہ زمین اللہ کی راہ میں وقیع ہو جاتی ہے، اس لیے کہ اس پر شہیدوں کا اور مجاہدوں کا خون بہا ہے ——— تو آپ کی اس سرزمین (اکوڑہ خٹک) کو یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں پر اللہ کی راہ میں اس جہاد کا آغاز ہوا۔ اور ابھی میں راستے میں سُنا رہا تھا کہ ہمارے رائے بریلی کے ایک خان صاحب تھے، عبد المجید خان صاحب تھا اُن کا نام بھی اس فہرست میں شامل تھا جنہیں رات کو بھیجا جانا تھا اکوڑہ کے چھاپہ کے لیے، رات کو چھاپہ ڈالنا تھا اور یہاں سے مجاہدین کی جو فرودگاہ تھی ۶ کوس، ۶ کوس کے فاصلے پر اور پھر رات ہی کو شبخون مار کر واپس ہونا تھا۔ تو حضرت سید احمد شہیدؒ کے سامنے جب فہرست آئی تو اُن کو معلوم تھا کہ عبد المجید خان صاحب بیمار رہیں اور کمزور رہیں، تو اُن کے نام کے سامنے نشان لگا دیا کہ ان کا نام نکال دیا جائے کہ یہ کوئی جہاد کا اختتام نہیں، آغاز ہے، پھر بہت سے مواقع آئیں گے ان کے جہاد کے۔ تو ان کو جب معلوم ہوا کہ میرا نام فہرست سے نکال دیا گیا ہے، تو کوئی اور ہوتا تو اس موقع کو غنیمت سمجھ لیتا کہ چلئے سر پہ آیا ایک خطرہ تو ٹل گیا کہ چند آدمی دس ہزار کی فوج پر چھاپہ ڈالنے جا رہے ہیں، راستہ کے نشیب و فراز سے ناواقف ہیں۔ تو پہلا تجربہ تھا، سوچئے کہ معلوم نہیں کیا صورت پیش آئے، تو وہ ایسے موقعے کو غنیمت سمجھ لیتے کہ مجھے بھی کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہیں، میرا نام امیر المؤمنین نے خود ہی کاٹ دیا اس سے زیادہ بہتر کیا بات ہوگی۔ لیکن ایسا نہیں بلکہ وہ خود دوڑتے ہوئے آئے اور شکایت کی کہ میرا نام کیوں فہرست سے کاٹ دیا ہے؟ فرمایا بھئی تمہیں بخار آرہا ہے، میں سُنتا رہا ہوں کہ تم بیمار اور کمزور ہو اور یہ بڑا سخت چھاپہ ہے، اس کے لیے جفاکش اور تنومند لوگوں کی ضرورت ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ حضرت! آج جہاد فی سبیل اللہ کی بنیاد قائم ہو رہی ہے اور یہ پہلا موقع ہے، تو کیا میں اس بنیاد کے موقع سے محروم رہ جاؤں؟ تو میرا نام للہ اِس فہرست میں شامل کر دیجئے، تو اُن کا نام اِس فہرست میں شامل کر لیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو قبول فرمایا اور وہ اس چھاپہ میں شہید ہوئے۔

> خونِ شہیداں رنگ لایا، یہ نسبت انشاء اللہ رنگ لائے گی، اس کا نام حقانیہ ہے، اس میں حقانیت انشاء اللہ قائم رہے گی اور یہاں سے جو لوگ نکلیں گے وہ حقانیت کے علمبردار رہیں گے

تو یہ سارے واقعات اس سرزمین کے ہیں۔ پھر یہاں سے دوسرا مقام شیدو میں ہوا جو آپ کے قریب ہے، اس کے بعد پھر ہوتے ہوتے ہنڈ وغیرہ

بھی معرکے ہوئے، جہانبیرہ وغیرہ میں۔ ان سب ناموں سے مانوس ہوں اس راستہ پر آج میں پہلی مرتبہ آیا ہوں، اور اس سے قبل پشاور اور مردان کے راستہ آنا ہوا تھا جو آج سے ۲۴، ۲۵ برس پہلے کا واقعہ ہے جب دارالعلوم حقانیہ نہیں تھا اور میں آیا اور گھوم پھر کر چلا گیا۔ کیا معلوم تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا اور میری عمر وفا کرے گی اور اللہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھے گا کہ میں پھر دوبارہ یہاں آؤں گا اور اپنی آنکھوں سے اس دارالعلوم کو دیکھوں گا جہاں اُن شہیدینؒ کی نہ صرف یاد تازہ ہے بلکہ اپنا انتساب بھی ان کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ یہ نسبت! یہ نسبت گرامی ایسی ہے کہ انشاء اللہ یہ رنگ لائے گی۔ خونِ شہیداں رنگ لایا، یہ نسبت انشاء اللہ رنگ لائے گی، اس کا نام حقانیہ ہے، اس میں حقانیت انشاء اللہ قائم رہے گی اور یہاں سے جو لوگ نکلیں گے وہ حقانیت کے علمبردار ہونگے۔

اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث اور شیخ العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ مدظلہٗ کی زندگی میں برکت عطا فرمائے اور اس مدرسہ کی کامیابیوں کو دیکھ کر اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ خوش ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کے لگائے ہوئے اس باغ کو سرسبز وشاداب رکھے اور پھلتا پھولتا رکھے۔ یہاں اس سرزمین میں ایک ایسا مدرسہ ضرور ہونا چاہیئے تھا جہاں قال اللہ اور قال الرسول کی آوازیں بلند ہوں ——— اس لیے کہ اسی قال اللہ اور قال الرسول ہی کا نتیجہ تھا کہ کتنے اللہ کے بندے ہتھیلیوں پر سر رکھے ہزاروں میل سے، ہندوستان سے کہاں کہاں سے یہاں پر آئے، اور کہاں یہ میدان یہ قال اللہ اور قال الرسول ہی تھا جو ان کو اتنا دور کھینچ لایا اور یہ جبتک قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی رہیں انشاء اللہ تعالےٰ اللہ کی رحمت برستی رہے گی ؎

ہنوز آں ابر رحمت درفشاں ست
خم وخمخانہ با مہر ونشان ست

ابھی یہ خمخانہ خالی نہیں ہوا، جاری ہے۔ اور حافظ کے اس شعر پر میں ختم کرتا ہوں ؎

از صد سخنِ پیرم یک نکتہ مرا یاد ست
عالم نہ شود ویراں تا میکدہ آباد ست

کہ اپنے مُرشد کی سَو باتوں میں سے ایک بات مجھے یاد رہ گئی ہے کہ عالم اُس وقت تک ویران نہیں ہوگا جب تک کہ میکدہ قائم ہے۔ یعنی میکدۂ معرفت قائم ہے، قال اللہ اور قال الرسول کا مرکز قائم ہے اُس وقت تک عالم ویران نہیں ہوگا۔ اور یہ حدیث میں آتا ہے کہ جب تک ایک اللہ اللہ کرنے والا باقی ہوگا اُس وقت تک قیامت نہیں آئے گی! آپ کو مبارک ہو یہ سرزمین بھی مبارک ہو، کبھی کبھی ؎

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

اس دارالعلوم کی آپ قدر کریں، اس کے اساتذہ اور اس کے عُلماء کی قدر کریں، یہاں ذہین طالب علموں کو بھیجیں، اس لیے کہ اب ضرورت ہے جیسا کہ مولانا سمیع الحق صاحب نے اشارہ کیا کہ مغربیت کے فتنے میں ذہین لوگ سامنے آئیں کہ جن کے اندر حوصلہ ہو، ولولہ ہو، اچھے خاندانوں کے ہوں، ان میں مجاہدوں کا خون ہو، شہیدوں کا خون ہو، ابیتوں کا خون ہو، وفاداروں کا خون ہو، وہ آئیں اور وہ لوگ علوم کتاب وسُنّت پڑھیں اور اس کے بعد اس سرزمین میں جو اس وقت ایک ایسے دوراہے پر کھڑی ہے اور یہاں اِسلامی قانون کے نفاذ کے ارادے کیے جا رہے ہیں اور مطالبے بھی کیے جا رہے ہیں، وہ راہنمائی کریں۔

بس ان الفاظ کے ساتھ میں ختم کرتا ہوں ——— میں نے یہاں آکر کسی پر احسان نہیں کیا، میرا کسی کے اوپر کوئی احسان نہیں بلکہ میں نے اپنے اوپر احسان کیا ہے، اور بلانے والوں نے مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر احسان کیا کہ یہ عزیز سرزمین ہم کو دوبارہ دکھلا دی جس مقصد کے لیے یہ زمین رنگین ہوئی تھی، اللہ تعالےٰ اس مقصد کو دُنیا میں عام کرے اور اسلام کا کلمہ بلند ہو، اسلام کو غلبہ حاصل ہو اور ہمارے گھروں میں، ہمارے دفتروں میں، ہمارے اداروں میں سب جگہ اسلام نافذ ہو۔ آمین

ہے تصور اے میرے آئینہ دار بزم دوست
پا رہا ہوں تجھ میں بھی کیفیت نشاطِ دل وہی
کار فرما ہے ابھی تک جذبۂ پیر مغاں
مستی رنداں وہی ہے گرمی محفل وہی

*